اندلس میں خواتین کی معاشرتی سرگرمیاں اور ان کا دائرہ کار: تحقیقی مطالعہ

سائرہ طیبہ*

محمد باقر خان خاکوانی**

Abstract

This paper makes brief deliberation on the status of Muslim women in al-*Andalus*.This article analyses the extent of the role played by women in the Islamic history and civilization of al-Andalus. Throughout Islamic rule in al-Andalus the Muslim ummah had successfully developed an Islamic civilization highly esteemed to this day. The Muslim rulers of al-Andalus worked in cooperation with all levels of society to develop the civilization including with women groups. So, the Andalusian women had a better status than women in the East in term of freedom, position, fate and participation in society. This article reveals that Andalusian women played a major role in political and administrative literary and intellectual aspects. Islamic teaching itself gave special rights to women to make personal progress and utilies their knowledge and expertise for the benefits of society and Andalusian women have exercise that right. So, the Andalusian women enjoyed extraordinary high level freedom of feeling and opinions. Andalusian women played an active role in various fields of life such as politics whether directly or otherwise in intellectual activities for personal reasons, general public or aristocracy and also in the development of arts and culture. Muslim Andalusian women were clearly a head of Christian women in Europe at that time. They had a best status in terms of freedom, position, fate and participation in society. The purpose of this article is to highlight the great capability of the Andalusian women in various aspects of life.

Keywords: Muslim Civilizations, Andalusian women, Rights of women, freedom, participation

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** پروفیسر/سابق ڈین، فیکلٹی علوم اسلامیہ و عربی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

تعارف:

یہ تحقیقی مضمون خواتین اندلس کی معاشرتی سرگرمیوں اور ان کے دائرہ کار کی وضاحت کے حوالے سے ہے۔اس میں اس بات کو تاریخی حوالہ جات سے ثابت کیا گیا ہے کہ اندلسی خواتین نے معاشرتی سطح پر تمام سرگرمیوں میں حصہ لیا، سیاسی، اقتصادی فنی اور علمی تمام میدانوں میں اس نے قدم رکھا اور شہرت وناموری کی بلندی تک پہنچیں۔ اندلس کی خواتین کی معاشرتی سرگرمیوں میں شمولیت اور شرکت کی وجہ وہاں کا آزادانہ ماحول تھا جس نے ان کے لئے مواقع فراہم کیے، تاہم یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ چند واقعات کو چھوڑ کر عام طور پر خواتین اندلس کی زندگی متوازن، معتدل اور اسلامی حدود و قوانین کے مطابق تھی۔اس سلسلے میں حکومت وقت بھی خواتین کی عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر اہم کردار ادا کرتی تھی، اس کام کے لئے باقاعدہ ایک محتسب مقرر تھا جو خواتین کی اقتصادی سرگرمیوں کی نگرانی کرتا اور مردوں کے شر سے انہیں محفوظ رکھتا تھا۔

ان تمام حالات وواقعات کے پیش نظر مستشرقین کی یہ بات غلط ہے کہ اندلس میں خواتین کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے اور نہ انہیں کسی معاشرتی سرگرمی میں شمولیت کی اجازت تھی۔ اس تحقیقی مضمون سے جہاں مستشرقین کی اس غلطی فہمی کا ازالہ ہوگا وہاں خواتین اندلس کے تابناک نقوش دور حاضر کی خواتین کے لیے مشعل راہ بھی ثابت ہوں گے کہ وہ بھی اسلامی اصولوں کو اپناتے ہوئے معاشرتی ترقی میں اسی طرح شرکت کر سکتی ہیں جس طرح خواتین اندلس نے شرکت کی۔

اسلامی تاریخ میں اندلس کی فتح امتیازی خصوصیت کی حامل ہے۔ یہ عربوں کی آخری بڑی کامیاب فوجی مہم تھی جس سے مسلم افریقہ یورپ کے جنوبی راستے آئبیریائی جزیرہ نما سے یورپ میں داخل ہوا اور انسانی تاریخ میں اندلس میں ایک ایسی حکومت قائم ہوئی جس نے مشرق کو مغرب سے ملادیا۔اس واقعے کے بعد یورپ اندلس کے ذریعے علمی، ادبی، تہذیبی اور تمدنی اعتبار سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔

اندلس میں اموی امراء کے دور حکومت کا آغاز فاتح اندلس طارق بن زیاد سے ہوتا ہے۔ آخری اموی والی یوسف بن عبد الرحمان الفہری تھا۔[1] طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر کی واپسی کے بعد بنو امیہ کے ۲۲ امراء کا

[1] Edwyn Hole, Andalus: Spain under the Muslims, Robert Hale Limited, (London; April 1957), 152-157.

یکے بعد دیگرے تقرر کیا گیا، ان میں پہلے امیر عبد العزیز بن موسیٰ (ذی الحجہ ۹۷ھ اگست ۷۱۶ء تک) تھے اور آخری امیر یوسف بن عبد الرحمٰن (ذی الحجہ ۱۳۸ھ مئی ۷۵۶ء تک) تھے۔[2]

طارق بن زیاد کے وقت سے لے کر یوسف بن عبد الرحمٰن تک یعنی ۷۱۱ سے ۷۵۶ تک کے عرصے میں یہ ملک صحیح معنوں میں اسلامی اندلس بن گیا۔ اس نصف صدی کا زیادہ تر وقت گو کہ خانہ جنگی میں گزرا لیکن پھر بھی یورپ کی سرزمین پر اسلام کی کرنیں چمکنے لگی۔ اس دور کے بارے میں کہا جاتا کہ اندلس اسلامی حکومت کے زیر سایہ پچاس سال کے اندر اندر تہذیب کے اس نقطہ پر پہنچ گیا۔ جہاں تک اٹلی کو پوپ کی حکومت کے ماتحت پہنچنے میں ایک ہزار برس لگے۔[3]

اکبر شاہ خان نجیب آبادی اس دور کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس پچاس سال کے عرصے میں سپین نے سائنس اور فنون عامہ میں وہ کامیابیاں حاصل کی جس سے اس دور کی ترقی ظاہر ہوتی ہے"۔[4]

اندلس میں اموی امراء اور خلفاء کے نئے دور کا آغاز عبد الرحمان اول سے ہوتا ہے، جب عباسیوں نے اموی خلافت کے خاتمہ کے بعد ۷۵۶ء میں عباسی خلافت قائم کی۔ ابو العباس عبد اللہ اس کا پہلا خلیفہ بنا۔ تو ایک اموی شہزادہ عبد الرحمان بن معاویہ عباسیوں سے جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور شمالی افریقہ پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے فوج جمع کی اور اندلس پر حملہ کیا، اس نے قرطبہ کے باہر الفہری کو شکست دے کر ۱۰ مئی ۷۵۶ء کو امیر اندلس ہونے کا اعلان کیا۔ یوں اموی دور امارت کا آغاز ہو گیا اس دور کا آخری خلیفہ ہشام ثانی تھا۔[5]

---

[2] عنایت اللہ، **اندلس کا تاریخی جغرافیہ**، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء)، ۳۴۷، ۳۴۶

[3] ابن عذاری، ابو عبد اللہ، محمد بن محمد، **البیان المغرب فی اخبار الاندلس والمغرب**، تحقیق: لیفی بروفنسال، (بیروت، لبنان: دار الثقافة، طبع ثانی، ۱۴۰۰ھ): ۱: ۳۲۱

[4] Akber Khan Najeebabadi, History of Islam, translated by Muhammad Younus Qureshi, (Karachi, Pakistan: Darul Ishat, first edition, 2001), vol.3, 80.

[5] رائن ڈوزی، عبرت نامہ اندلس، ۲: ۳۵۸؛ عنایت اللہ، **اندلس کا تاریخی جغرافیہ**، ۳۴۸؛ ڈاکٹر محمد اسحاق، **اندلس اور سسلی کی مسلم تاریخ وثقافت**، ۲۹-۴۵

اس دور میں اندلس کی باقاعدہ ثقافت اجاگر ہوئی، زبان، ادب اور علم و فن کو خاصی ترقی حاصل ہوئی اور مالکی مذہب سرکاری سطح پر متعارف ہوا۔ صنعت و حرفت، زراعت، عمارت، کتب خانے، الغرض زندگی کے ہر شعبے میں اندلس نے مقام حاصل کیا۔[6]

اندلس میں جہاں مردوں نے معاشرتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہاں خواتین بھی اس میدان میں مردوں سے پیچھے نہیں رہیں۔ تاریخ اندلس میں بہت سی ایسی نامور خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جنھوں نے معاشرے کے مختلف شعبہ جات میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔

دین اسلام نے مرد و خواتین دونوں کی معاشرتی حدود کا تعین کیا ہے اور اپنے اپنے دائرہ کار میں دونوں کو معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دی ہے۔ دین اسلام کی اسی آزادی کی بنیاد پر بہت سی اسلامی خواتین نے صنعت و حرفت اور معیشت کے دیگر شعبوں میں مہارت حاصل کی اور معاشرے کی خدمت اور فلاح و بہبود میں اہم کردار ادا کیا جس کی مثالیں تاریخ اسلام کے صفحات پر موجود ہیں۔ معاشرتی سطح پر اندلس کی خواتین نے بھی معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور بھرپور کردار ادا کیا جس کی تفصیل زیر بحث میں بیان کی جارہی ہے۔

مستشرقین کی غلط فہمی:

تاہم بہت سے مستشرقین اور ان سے متاثر لوگ اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ دور بنوامیہ میں اندلس کی خواتین کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے مواقع میسر نہیں تھے۔

مثال کے طور پر ڈاکٹر صلاح خالص اس بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اندلس میں عورت کا اقتصادی کردار غیر موثر تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام تر اقتصادی وسائل مردوں کے قبضہ میں تھے،"۔[7]

---

[6] عنایت اللہ، **اندلس کا تاریخی جغرافیہ**، ۳۶۱، ۳۶۰

[7] صلاح خالص، دکتور، اشبیلیۃ فی القرن الخامس الھجری، دراسۃ ادبیۃ تاریخیۃ لنشوء دولۃ بن عباد، (بیروت، لبنان: دار الثقافۃ، 1981ء)، ۹۰

ڈاکٹر صلاح خالص کی یہ رائے درست نہیں کیوں کہ جب ہم معاشرتی سطح پر عورت کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی خواتین اندلس کی مستقل اقتصادی زندگی تھی جو مردوں کے دائرہ اثر سے آزاد تھی۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صلاح خالد نے ایک مستشرق یعنی پروفنال کی رائے سے متاثر ہو کر یہ بات کہی ہے۔ اندلس کی خواتین کے بارے لیفی کی رائے یہ ہے:

"خواتین اندلس کا کوئی حق ملکیت نہ تھا اور نہ انہیں کوئی آزادی حاصل تھی بلکہ شوہر کے ساتھ بیوی کے تعلق کی وہی شکل تھی جو آقا کے ساتھ ایک ذلیل غلام کی ہوتی ہے اور بیوی کی موجودگی میں شوہر کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ وہ جس لونڈی کو جب چاہے اپنی ملکیت میں لے آئے"۔[8]

یہ رائے بھی درست نہیں بلکہ مبالغہ آرائی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اندلسی خواتین نے معاشرتی سطح پر اقتصادی سرگرمیوں میں شرکت کی اور بہت سی مہارتیں پیدا کر کے ملی خدمت میں کردار ادا کیا۔

امام ابن حزم نے بہت سے ایسے پیشوں اور مہارتوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں اندلس کی خواتین نے حصہ لیا جن کا تعلق خاص خواتین کے ساتھ ہی تھا۔ بہت سی خواتین نے اشرافیہ اور اونچے گھرانوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کام کیا جن میں خود امام ابن حزم کا نام بھی شامل ہے۔ انھوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ ان کی تربیت خواتین میں ہوئی اور انہی کے ہاتھوں میں پلے بڑھے اور انھی سے قرآن، فقہ، خطاطی اور شعری ذوق سیکھا۔ انھوں نے اس کے علاوہ بھی دیگر کئی پیشوں اور مہارتوں کا تذکرہ کیا ہے۔[9]

ذیل میں خواتین اندلس کی معاشرتی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

اندلس میں خواتین کا معاشرتی دائرہ کار:

اندلس کی خواتین کی معاشرتی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ نہ تو بے جا پابندیوں میں جکڑی ہوئی تھی کہ جو گھر کی چاردیواری میں محصور اور مقید ہوں اور نہ اسے بے جا آزادی حاصل تھی کہ جس سے اسلامی تعلیمات اور حدود کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ بلکہ اس کی زندگی ایک توازن اور اعتدال کے

---

[8] لیفی بروفنسال، **تاریخ اسبانیۃ الاسلامیۃ**، (بیروت لبنان: دار المکشوف، طبع ثانی، ۱۹۵۶ء)، ۱۷۱

[9] ابن حزم، **طوق الحمامۃ فی الالفۃ والالاف**، تحقیق طاحر احمد مکی، (طبع رابع، دار المعارف، ۱۹۸۵ء)، ۵۸

دائرے میں تھی ۔ اسے جو آزادی حاصل تھی وہ وہاں کے مقامی ماحول کی وجہ سے حاصل تھی جس نے لامحالہ اس کی معاشرتی زندگی پر بھی اثر ڈالا۔

اندلس کی عورت کی معاشی زندگی پر بات کرتے ہوئے بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ عید وغیرہ کے موقع پر مرد وخواتین کا مخلوط اجتماع ہوتا تھا اور یہ وہاں کوئی نئی بات نہ تھی ، بلکہ عورتیں عید گاہ جاتی تھیں اور وہاں خیمے لگاتی تھیں ، تاہم مردوں کو عورتوں کی صفوں کے درمیان منع کیا جاتا تھا، تاہم یہ ممانعت بوڑھے مرد وخواتین کے لیے نہیں ہوتی تھی ، اسی طرح دوران نماز مردوں کا عورتوں کے ساتھ اختلاط ممنوع تھا، ان دونوں کے درمیان حد فاصل ضرور ہوتی تھی۔[10]

اسی ضمن میں دکتور احمد مختار عبادی لکھتے ہیں :

ان هذه النصوص وامثالها تدلنا علي ان نساء الاندلس كن اكثر تحررا من نساء العالم الاسلامي في ذلك الوقت تحكم تاثير الجوار والبيئة المحلية الاربية۔[11]

"ان تمام دلائل اور مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں اندلس کی خواتین کو تمام عالم اسلام کی خواتین سے زیادہ آزادی حاصل تھی جس کی وجہ یورپ کا مقامی ماحول تھا"۔

مزید برآں اندلس میں جتنے بھی اسلامی تہوار ہوتے مثلاً عید الفطر اور عید الاضحی کے موقع پر دینی اور غیر دینی محافل کا انعقاد کیا جاتا تھا جس میں مرد، عورتیں اور بچے شریک ہوتے، اسی طرح مسلمان اپنے مسیحی بھائیوں کے مسیحی تہواروں میں بھی شرکت کرتے تھے۔[12]

تاہم یہ بات معلوم رہنی چاہیے کہ عورتوں پر عیسائی عبادت گاہوں اور کنیسوں میں داخلے پر پابندی تھی اور ان کو منع کرنے کی ذمہ داری محتسب کی ہوتی تھی ۔ ابن عبدون کی رائے یہ ہے کہ خواتین کو عیسائی عبادت

---

[10] ابن عبد الرؤف، **ثلاث رسائل اندلسیۃ فی آداب الحسبۃ والمحتسب، الرسالۃ الثانیۃ**، تحقیق: لیفی برونفسال، (قاہرہ: مطبعہ المعہد العلمی الفرنسی للآثار الشرقیہ، ۱۹۵۵ء)، ۴۷

[11] احمد مختار عبادی، **الاسلام فی ارض الاندلس اثر البیئۃ الاوربیۃ**، (کویت: وزارۃ الاعلام، ۱۹۸۵ء)، ۱۰۸، ۱۰۷

[12] عبادی، الاعیاد فی مملکۃ غرناطۃ، **صحیفۃ المعہد المصری للدراسات الاسلامیۃ**، مدرید، ۱۹۷۰ء، ۴۸

گاہوں میں جانے سے اس لیے منع کیا جاتا تھا کہ عیسائی راہب فاسق وبدکار تھے ،لہذا ان سے میل جول اور اختلاط کے حوالے سے خواتین پر بڑی سخت پابندی تھی۔[13]

ابن عبد الرؤف نے بیان کیا ہے کہ اندلسی خواتین کا لہو ولعب کی خاطر وادی کی طرف جانا کوئی نئی بات اور اجنبی بات نہ تھی ،بسا اوقات وہ اکیلی چلی جایا کرتی تھیں ، تاہم معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کا اکیلے جانا محتسب کی مرضی اور اجازت کے بغیر ہوتا تھا، محتسب ان کو اکیلے جانے سے منع کرتا تھا تاکہ کوئی آوارہ منش لوگ اور اوباش نوجوان انہیں تنگ نہ کریں ،ایسے لوگوں کو بھی شاہراہوں اور گلیوں میں بیٹھنے سے منع کیا جاتا تھا تاکہ جب عورتیں گھروں سے نکلیں تو ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کر سکیں ۔[14]

اسی طرح مردوں اور نوجوانوں کو حماموں کے سامنے بیٹھنے سے منع کیا جاتا تھا،خاص طور پر جو حمام عورتوں کے لیے مخصوص ہوتے تھے وہاں سختی زیادہ ہوتی تھی تاکہ کوئی مرد ان پر مطلع نہ ہو سکے اور حمام کے اندر ان کے رازوں تک رسائی نہ پا سکے۔[15]

اندلسی خواتین کی اجتماعی اور معاشرتی سرگرمیوں کا اندازہ اس بات سے با آسانی لگایا جاسکتا ہے کہ جب عورت خرید وفروخت کے لیے بازار جاتی تو اسے مردوں کے ساتھ اختلاط کی اجازت نہ ہوتی تھی،ان سے صرف وہی شخص معاملہ کر سکتا تھا جو ثقہ ،با اعتماد اور نیک ہوتا جس کی نیکی اور امانت داری لوگوں میں معروف ہوتی تھی۔ محتسب بازار کے خالی مقامات کی برابر نگرانی کرتا رہتا تھا تاکہ بدکار اور فاسق مرد وخواتین وہاں خلوت میں ایک دوسرے سے ملاقات نہ کر سکیں ۔[16]

---

[13] ابن عبد الرؤف، **ثلاث رسائل فی الحسبۃ، الرسالۃ الثانیۃ**، ۱۴۰

[14] ایضاً، ۹۷

[15] ایضاً، ۷۴

[16] ایضاً، ۸۳

درج بالا سطور سے اندلسی عورت کی معاشرتی صورتحال کی جھلک نظر آتی ہے اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اندلسی معاشرہ اپنی خواتین کی حفاظت اور تحفظ میں کس قدر حساس تھا، انھوں نے خواتین کو شکوک وشبہات کے مقامات سے دور رکھنے اور انھیں بدگمانی اور بدظنی کے تیروں سے بچانے کے لئے مضبوط نظام وضع کیا ہوا تھا۔

اندلسی معاشرے میں خواتین کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ اگر کوئی انسان خواہ وہ قریب ہو یا دور کا رشتہ دار ہو اس پر ظلم وزیادتی کرتے تو اس کی شکایت قاضی کو کر سکتی تھی ،بسا اوقات تو یوں ہوتا تھا کہ اگر اس کا شوہر اس کے ساتھ حسن سلوک نہیں کر پاتا یا اسے مارتا پیٹتا ہے تو اس کی شکایت بھی قاضی کے سامنے پیش کر سکتی تھی، قاضی اس کی داستان ظلم کو عدل کی آنکھ سے دیکھتا اور پھر اس انصاف کے تقاضے پورے کرتا۔ بعض اوقات قاضی اس کی بات کسی الگ مقام پر سماعت کرتا جہاں دیگر لوگ اس کے رازداری کی باتیں نہیں سن سکتے تھے، تاکہ اس کی تنہائی اور علیحدگی میں وہ آزادی کے ساتھ اپنی داستان ظلم بیان کر سکے۔[17]

اسی طرح خواتین اندلس کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ وہ ادائیگی حج کیلئے جاسکتی تھیں۔ بالخصوص جب وہ عمر رسیدہ ہو جاتی اور تمام امیدیں ختم ہو جاتیں تو اس صورت میں محرم کی پابندی بھی ختم ہو جاتی تھی، مثال کے طور مکیہ بنت عمرو بن ہانی حج کے لیے روانہ ہوئی، واپسی پر اسکندریہ کی سرحد پر پڑاؤ ڈالا۔ وہ علاقہ اسے بہت پسند آیا بعد ازاں وہ اندلس میں واپس نہیں آئی بلکہ مستقل جائے سکونت بنالیا اور قوص شہر میں وفات پائی ۔[18]

اندلسی عورت کی معاشرتی سیرت وکردار کی جو جھلک درج بالا سطور میں دکھائی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ بلا استثناء تمام خواتین اسی سیرت وکردار سے متصف تھیں، بعض مثالیں ایسی بھی ملتی ہیں جو شاذ ونادر کے زمرے میں آتی ہیں کہ بعض خواتین سیرت وکردار کے حوالے سے اچھی شہرت کی حامل نہیں تھی، ان میں سے ایک قاضی محمد بن زیادہ لخمی کی بیوی کفات تھی، جو بڑی بدمزاج، چرب زبان اور اپنے شوہر پر حاوی تھی۔ اس کی وجہ سے اس کا شوہر ہر مورد طعن بنا ہوا تھا۔ جب امیر محمد بن عبد الرحمن الاوسط خلیفہ بنے تو انھوں نے مذکورہ قاضی

---

[17] ابن عبد الرؤف، **ثلاث رسائل فی الحسبۃ، الرسالۃ الثانیۃ**، ۸۳، ۱۲

[18] دکتور احسان عباس، اخبار وتراجم اندلسیۃ، (بیروت: دار الثقافۃ، طبع اول، ۱۹۶۳ء)، ۱۲۶

کو عہدہ قضاء سے معزول کر دیا، اور کہا کہ لوگ اس کی بیوی کی وجہ سے اس کے بارے طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔[19] اس قسم کی خواتین اگرچہ بہت کم اور شاذ تھی تاہم معاشرے میں وہ بھی موجود تھیں۔

اندلسی معاشرے میں خواتین کے آرام اور راحت کا خاص خیال رکھا جاتا تھا وہ جب تعمیر کرتے تو اس پہلو کو خاص طور پر پیش نظر رکھتے تھے۔

اس ضمن میں ونشریسی لکھتے ہیں:

"بیٹی کو وراثت میں جو مال ملتا تھا اس کے والد کو بھی اس میں تصرف کا حق نہیں ہوتا تھا، وہ مال خاص اسی کی ملکیت ہوتا تھا"۔[20]

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اندلسی خواتین نے معاشرتی سطح پر تمام سرگرمیوں میں حصہ لیا، سیاسی، اقتصادی فنی اور علمی تمام میدانوں میں اس نے قدم رکھا اور شہرت و ناموری کی بلندی تک پہنچیں۔ اندلس کی خواتین کی معاشرتی سرگرمیوں میں شمولیت اور شرکت کی وجہ وہاں کا آزادانہ ماحول تھا جس نے ان کے لئے مواقع فراہم کیے، تاہم یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ چند واقعات کو چھوڑ کر عام طور پر خواتین اندلس کی زندگی متوازن، معتدل اور اسلامی حدود و قوانین کے مطابق تھی۔ اس سلسلے میں حکومت وقت بھی خواتین کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر اہم کردار ادا کرتی تھی، اس کام کے لئے باقاعدہ ایک محتسب مقرر تھا جو خواتین کی اقتصادی سرگرمیوں کی نگرانی کرتا اور مردوں کے شر سے انہیں محفوظ رکھتا تھا۔ ان تمام حالات و واقعات کے پیش نظر مستشرقین کی یہ بات غلط ہے کہ اندلس میں خواتین کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے اور نہ انہیں کسی معاشرتی سرگرمی میں شمولیت کی اجازت تھی۔ آئندہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ خواتین کی مختلف شعبہ ہائے حیات میں شرکت اور شمولیت پر بحث کی جائے گی جس سے مستشرقین کے اس خیال کی غلطی مزید آشکار ہو جائے گی۔

---

[19] خشنی، ابو عبد اللہ محمد بن حارث بن اسد قیروانی، **تاریخ قضاۃ قرطبۃ**، المکتبہ الاندلیسہ ۱۹۶۶ء)، ۶۱، ۶۰

[20] ونشریسی، احمد بن یحیٰ، **المعیار المغرب والجامع المغرب عن فتاویٰ علماء افریقیہ والاندلس والمغرب**، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، طبع اول، ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء)، ۶: ۴۳۲

مختلف معاشرتی شعبہ جات میں خواتین کی شمولیت:

اندلس کی خواتین نے علم و فن اور شعر وادب اور دیگر شعبہ جات میں خاصی شہرت حاصل کی ۔ اندلسی خواتین کی علم و فن میں دلچسپی اور ذوق کی کئی وجوہات ہیں، مؤرخین نے جس وجہ کو سب سے عظیم قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ اندلسی عورت کو جو آزادی اور حریت فکر حاصل تھی وہ ملت اسلامیہ کے باقی قبائل کی نسبت زیادہ تھی ۔ یہی وجہ تھی اس نے ثقافتی اور معاشرتی سطح پر تمام میدانوں میں قدم رکھا اور شہرت و ناموری کی اوج تک پہنچیں ۔

اندلس کی خواتین کے حالات پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ علم و ثقافت اور دیگر تمام میدانوں میں اسے خاص مقام حاصل تھا، خاص طور پر امہات اسلامی کتب، مثلاً مؤطا امام مالک، صحیح بخاری کے درس و تدریس اور تعلیم و تعلم سے ان کا خصوصی شغف تھا، جن کے باعث ان میں سے بہت سی خواتین "المعلمات الکبیرات" کے مرتبہ پر فائز تھیں ۔ ذیل میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خواتین اندلس کی شمولیت اور کارکردگی کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تاکہ ان کے معاشرتی اور سماجی کردار کی وضاحت ہو سکے۔

دینی علوم میں خواتین کا شغف و مہارت:

اندلس کی خواتین کا دینی علوم کے ساتھ خصوصی شغف تھا، ان نامور خواتین میں سے ایک عابدہ المدینہ تھیں جو امام مالک سے روایت بیان کرتی تھیں ۔ بعض حفاظ کا قول ہے کہ انھوں نے امام مالک سے دس ہزار احادیث روایت کیں۔ ان کے علم و فضل کو دیکھتے ہوئے حبیب بن ولید مروانی نے انہیں ام ولد بنالیا تھا۔ اسی طرح رشیدہ نام کی ایک عالمہ تھیں جو اندلس کے دور دراز کے شہروں میں جاکر علمی مجالس میں شرکت کرتی تھیں، وہ خواتین کو وعظ و نصیحت کرتی اور انہیں تعلیم دیتی تھی۔ اندلس میں ان کی بڑی نیک نامی اور اچھی شہرت تھی۔

بعض خواتین نے تلاوت قرآن پاک میں بڑی مہارت حاصل کر رکھی تھی اور وہ اجرت لیکر خواتین کی مجالس میں تلاوت کیا کرتی تھیں۔ اگر کبھی قاریہ دستیاب نہ ہوتی تو اس کی جگہ کسی نابینے قاری کو بلایا جاتا، وہ پردے کے پیچھے اس انداز سے بیٹھ کر تلاوت کرتا کی خواتین تک اس کی صرف آواز پہنچتی تھی، وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھیں۔[21]

[21] السقطی، ابو عبد اللہ محمد بن ابو محمد السقطی، **آداب الحسبۃ**، نشر: کولان ولیفی پروفنال، باریس، ۱۹۳۱ء، ۹۸

قضاء اور عدلیہ میں خواتین کی شمولیت:

دور بنو امیہ میں خواتین اندلس محکمہ قضاء ار عدلیہ کے معاملات میں بسا اوقات شرکت کرتی تھیں تاہم ان کی یہ شمولیت غیر رسمی ہوتی تھی۔ تاریخ اسلام میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ خواتین کو بھی عہدہ قضاء پر مردوں کی طرح فائز کیا جاتا تھا یا لوگوں کے مابین فیصلے کرنے کے لیے بطور جج اور قاضی ان کی تقرری کی جاتی تھی، تاہم اندلس کی تاریخ سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ بعض خواتین قضاء کے معاملات میں دلچسپی لیتی تھیں اور عہدہ قضاء پر فائز اپنے شوہر کو درپیش مسائل کے حل میں ان کی مدد کرتی تھیں۔

مثال کے طور پر علامہ مقری نے لوشہ شہر کے قاضی کی بیوی کا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ اہل اندلس کے مشکل مسائل اور فیصلہ جات میں کس طرح اپنے شوہر کے ساتھ تعاون کرتی تھیں۔ باوجود اس بات کے کہ قاضی کی نظر وسیع ہوتی ہے اور متفرق فیصلہ جات اس کے سامنے ہوتے ہیں، پھر بھی بہت سے پیچیدہ مسائل اور مشکلات سامنے آجاتی ہیں، چناچہ لوشہ کے قاضی کو جب بھی ایسا معاملہ درپیش ہوتا تو وہ فوراً اپنی بیوی کی طرف رجوع کرتا اور اس کی رائے طلب کرتا، وہ اپنی رائے کا اظہار کرتی اور مشورہ دیتی تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا تھا۔[22]

میری طالب علمانہ رائے میں بیوی سے مشورہ کرنے پر قاضی کی قدرومنزت میں کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے مسائل ایسے ہوتے ہیں جو عہدہ قضاء پر فائز ہونے والے مردوں کے لیے خاصے مشکل ہوتے ہیں، جبکہ خواتین ان مسائل میں بہت جلد رائے قائم کر لیتی ہیں اور فیصلہ کن نتیجے تک پہنچ جاتی ہیں۔

قاضی کی اپنی بیوی پر اعتماد کرنے اور مشورے کرنے پر لوگوں نے باتیں بھی کیں، مثال کے طور ایک شخص قاضی کے اس فعل کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے:

بلوشه قاضی له زوجة　　　　واحكامها فی الورٰی ماضية

فيا ليته لم يكن قاضيا　　　　ويا ليتها كانت القاضية

قاضی نے یہ اشعار اپنی بیوی کو پڑھ کر سنائے تو اس نے فوراً قلم پکڑا اور اس شخص پر تنقید کرت ہوئے یہ اشعار لکھ ڈالے:

---

[22] مصطفیٰ، الشکعۃ، دکتور، **الادب الاندلسی موضوعاتہ وفنونہ**، (بیروت: دار العلم للملایین، طبع ثالث، ۱۹۷۵ء)، ۹۸

وشیخ سوء مزوری　　　له شیوب عاصیة

کلا لئن لم ینتهی　　　لنسفعن بالناصیة[23]

اس کے رد اور فی البدیہہ اشعار کہنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ علم وادب میں بڑا اونچا مقام، فن وشعر میں عالی ذوق اور دین میں گہری فقاہت رکھنے والی خاتون تھی۔

طب میں خواتین کی خدمات:

اندلس کی خواتین نے فن طب میں بھی مہارت حاصل کی اور اس فن کے ذریعے معاشرے کی خدمت کی۔اس فن میں جس خاتون کا نام سب سے نمایاں ہے اس کا نام ام حسن بنت قاضی ابو جعفر طنجالی ہے، اس کا تعلق لوشہ شہر سے تھا، بڑی حسب ونسب والی ،نہایت خوبصورت اور قرآن مجید کی عمدہ قاریہ تھی۔علم وادب میں بھی اونچا مقام رکھتی تھی ۔اس نے اپنے والد کی گود میں پرورش پائی، انھوں نے اس کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی حتیٰ کہ علم و معرفت میں ان کو ید طولیٰ حاصل ہو گیا۔اس نے علم طب کو پڑھا، اس کے اغراض ومقاصد کو سمجھا اور اسباب وعلل میں مہارت حاصل کی ۔[24]

اسی طرح خواتین اندلس میں سے جس نے طب میں شہرت حاصل کی اس کا نام ام عمرو ابی مروان بن زہر ہے ،ان کو تدبیر وعلاج میں خاص مہارت حاصل تھی ،وہ امراء کے محلات میں جاکر ان کی خواتین، بچوں اور لونڈیوں کا علاج کرتی تھیں، ان کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ علم طب میں مردوں کو بھی اگر کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو ان سے دریافت کیا جاتا تھا اس سے ان کی قدر ومنزلت اور عزوشرف مزید بڑھ گیا تھا۔[25]

---

[23] الشکعۃ، **الادب الاندلسی**، ۹۰

[24] ابن خطیب، لسان الدین ابو عبد اللہ محمد بن الخطیب، **الاحاطہ فی اخبار غرناطہ**، تحقیق: محمد عبد اللہ عنان، (قاہرہ: مکتبہ الخانجی، طبع ثانی، ۱۳۹۳ھ۔۱۸۷۳ء)، ۱: ۴۳۲، ۴۳۱

[25] ابن عبد الملک، محمد بن محمد، ابو عبد اللہ، **الذیل والتکملۃ لکتابی الموصول والصلۃ**، تحقیق: دکتور محمد بن شریفہ، (الرباط: مطبعہ المعارف الجدیدۃ، ۱۹۸۴ء)، ۴۸۳

طب میں خواتین کی مذکورہ واضح مثالوں کے باوجود بعض لوگ خواتین کی اس معاشرتی خدمت کا انکار کرتے ہیں ۔

مثال کے طور پر ابن عابدون نے اس ضمن میں لکھا ہے:

ان المرأة لا يجب عليها ممارسة مهن معينة، ومنها بصفة خاصة مهنة الطب، ذاكرا ان خطأ الطبيب دائما يكون جسيماولا يستره الا التراب، والمراة غير مؤهلة او قادرة علي القيام بهذه المهنة لما بها من جهل وخطأ اكثر من الرجال-

"کچھ پیشوں میں مہارت حاصل کرنا عورت کے لیے ضروری نہیں ہے، خاص طور پر ان کو علم طب میں بلکل شمولیت اختیار نہیں کرنی چاہیے کیونکہ عام طور پر طبیب کی غلطی خطرناک ثابت ہوتی ہے جس کی پردہ داری صرف قبر کی مٹی ہی کر سکتی ہے، یعنی اس کا انجام موت کی صورت میں نکلتا ہے اور عورت میں چونکہ جہالت زیادہ ہوتی ہے اور مرد سے زیادہ غلطی کا امکان بھی اس کو زیادہ ہوتا ہے، لہذا وہ فن طب کے لیے قابل اور موزوں نہیں ہے"۔[26]

معلوم نہیں ابن عابدون اور اس جیسے دیگر لوگوں نے عورت کے بارے یہ رائے کیوں قائم کرلی اور اس کو اس حوالے سے نرم گوشے کا مستحق کیوں نہیں سمجھا؟

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے عورت میں رحمت وشفقت کے جو جذبات ودیعت کیے ہیں اور جو دل کی رقت اور طبیعت کی نرمی اسے عطا کی ہے اس تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فن طب میں مرد سے زیادہ عورت کی ذات موزوں اور مناسب ہے۔

فن قابلہ:

جو پیشہ اور فن خاص طور پر اس دور میں بھی خواتین کے ساتھ خاص تھا اور آج بھی اس میں زیادہ مہارت خواتین کے پاس ہے وہ فن قابلہ (دایہ گری) ہے۔

---

[26] ابن عابدون، رسالۃ فی الحسبۃ، الرسالۃ الاولیٰ، ۴۶

علامہ ابن خلدون نے اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ بات کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

وهي صناعة يعرف بها العمل في استخراج المولود الآدمي من بطن أمه، من الرفق في إخراجه من رحمها وتهيئة أسباب ذلك- ثم ما يصلحه بعد الخروج على ما نذكر- وهي مختصة بالنساء في غالب الأمر، لما أنهن الظاهرات بعضهن على عورات بعض- وتسمى القائمة على ذلك منهن القابلة- استعير فيها معنى الإعطاء والقبول، كأن النفساء تعطيها الجنين وكأنها تقبله-

"یہ ایک صنعت (فن) ہے جس کے ذریعے جنین کا سہولت کے ساتھ پیدائش کے وقت رحم سے نکالا جاتا ہے اور جنین کے آسانی سے پیدا ہو جانے کے اسباب فراہم کیے جاتے ہیں، پھر پیدا ہونے کے بعد بچے کے لیے جو چیزیں ضروری ہیں انہیں عمل میں لایا جاتا ہے، عموماً یہ صنعت عرتوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ عورتیں ہی آپس میں ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھ سکتی ہیں، مرد نہیں۔ یہ کام عورت سرانجام دیتی ہے اور اسے قابلہ کہتے ہیں۔ لفظ قابلہ میں دینے لینے کے معنی بطور استعارہ پائے جاتے ہیں، گویا زچا بچہ دیتی ہے اور دایہ اسے لیتی ہے اور قبول کرتی ہے"۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

وهذه كلها أدواء نجد هؤلاء القوابل أبصر بدوائها- وكذلك ما يعرض للمولود مدة الرضاع من أدواء في بدنه إلى حين الفصال نجدهن أبصر بها من الطبيب الماهر-

"اس عمل دوران استعمال ہونے والی ادویہ کو دایہ زیادہ بہتر جانتی ہے، اسی طرح مدت رضاعت میں بچے کو جن ادویات کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان دواؤں کو بھی یہ دایہ اور قابلہ ماہر مرد طبیب سے زیادہ جانتی اور سمجھتی ہیں"۔ [27]

یہ ایک عظیم مؤرخ اور صاحب علم کی گواہی ہے جو ان کی نکتہ رسی اور بصیرت کی شاہدِ عدل ہے، انھوں نے نہایت فراخدلی سے عورت کی اس مہارت کا اعتراف کیا ہے بلکہ اس میدان میں عورت کی صلاحیت اور مہارت کی فوقیت کو مرد کی مہارت پر تسلیم کیا ہے ۔ دایہ اس عمل کا معاوضہ بھی لیتی تھی، بچے کی ولادت کے بعد ایک دوسری عورت بچے کی دیکھ بھال اور نگرانی پر مامور ہو جاتی تھی جسے مرضعہ اور حاضنہ کہا جاتا تھا، یہ اس بچے کے جوان

[27] مقدمہ ابن خلدون، ۴۴۰

ہونے تک پرورش اور تربیت کی ذمہ دار ہوتی تھی۔ یہ پرورش کا کام بچے کے والد کے گھر میں ہوتا تھا اور اگر بچے کا والد صاحب حیثیت ہوتا تو وہ بچے کو مرضعہ کے ساتھ کسی دیہات یا صحت افزا کھلے مقام پر بھیج دیتا تھا۔ اس مرضعہ کو ماہانہ وظیفہ دینا والد کی ذمہ داری ہوتی تھی بلکہ وہ ماہانہ وظیفہ کے ساتھ لباس بھی فراہم کرتا تھا اس کے بدلے میں بچے کو دودھ پلانا اور اس کے بدن اور لباس کی صفائی کا خیال رکھنا اس مرضعہ کی ذمہ داری ہوتی تھی۔[28]

دایہ گری اور اور قابلہ کے پیشے کو اگر دور حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات زیادہ وضاحت سے سمجھ آتی کہ یہ بھی دراصل فن طب کا ہی ایک حصہ تھا۔ دور جدید میں جب میڈیکل سائنس نے ترقی کی تو اس کے بہت سے شعبہ جات سامنے آئے جن میں سے ایک مستقل اور جداگانہ شعبہ گائنی ہے۔ اس مین وہی عمل دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق کیا جاتا ہے جو قابلہ اور دایہ اس دور میں حالات کی مناسبت سے کرتی تھیں۔ اور یہ آج بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ دور حاضر میں بھی خواتین اس میں زیادہ مہارت رکھتی ہیں جیسے ابن خلدون کے بقول اس دور میں خواتین اس میں زیادہ ماہر تھیں۔ گویا اس پہلو سے دیکھا جائے تو معاشرتی سطح پر فن طب میں خواتین کا کردار اور خدمات ہر دور میں موجود رہی ہیں بلکہ اس میدان میں ہر معاشرہ خواتین کی مہارت اور خدمت کا محتاج رہا ہے۔

تیغ زنی اور شہسواری:

تیغ زنی اور شہسواری کا تعلق میدان جنگ سے ہوتا ہے جس میں عموماً مرد اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں۔ تاریخ اسلام میں ایسے جواں مرد اور شیر دل افراد کی ایک فہرست موجود ہے جنہوں نے میدان جنگ کے مشکل ترین لمحات میں نیزہ زنی اور شمشیر زنی کے ایسے جوہر دکھائے ہیں کہ زمانہ انگشت بدنداں ہے، تاہم جب ہم اندلس کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس میں ایسی نامور خواتین کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے اپنی بہادتری کے کارنامے تاریخ کے صفحات پر نقش کیے ہیں۔

اندلس میں جو عورت بہادری، شہسواری میں سب سے زیادہ نمایاں اور مشہور تھی وہ محمود بن عبدالجبار کی بہن جمیلہ بت عبدالجبار مصمودی تھی۔

---

[28] طاہر احمد مکی، دکتور، **دراسات عن ابن حزم وکتابہ طوق الحمامۃ**، (دار العارف، طبع رابع، ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء)، ۴۳؛ کمال ابو مصطفٰی، **مالقۃ الاسلامیہ**، ۶۹

امام ابن حزمؒ اس کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جميلة اخت محمود بن عبد الالجبار المشهورة بالشجاعة والنجدة والفروسية ولقاء الفرسان ومبارزتهم في العساكر۔[29]

"محمود بن عبد الجبار کی بہن جمیلہ بنت عبد الجبار میدان جنگ میں شجاعت وبہادری، گھڑسواری اور شمشیر زنی میں مشہور تھی"۔

جمیلہ اسم بامسمی تھی، یعنی نہایت خوبصورت بھی تھی اور شہسواری میں تمام خواتین پر فائق تھی، اس کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب اس کے بھائی نے ماردہ میں قرطبہ کی مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے اپنے بھائی کا ساتھ دیا، جب امیر عبد الرحمان الاوسط کو بغاوت کا علم ہوا تو اس نے بغاوت کی آگ بجھانے کے لیے قرطبہ سے لشکر روانہ کیے، یہ قرطبہ کی فوجوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگتے ہوئے لیون چلے گئے، حاکم لیون نے ان کا بہت اکرام واحترام کیا انھوں نے طویل مدت وہاں قیام کیا۔ بعد ازاں اس کا بھائی ایک جگہ میں قتل ہوگیا اور یہ عیسائیوں کی قید میں چلی گئی، انھوں نے زبردستی اس کی شادی ایک قمس (کنیسہ کا ایک عہدے دار) کے ساتھ کردی، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو بعد ازاں پادری بنا۔[30]

درج بالا واقعات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ دور بنوامیہ میں اندلس کی خواتین کا کردار صرف گھر کی چار دیواری تک محدود نہیں تھا، نہ روایتی گھریلو ذمہ داریوں میں وہ جکڑی ہوئی تھی بلکہ اس کی سرگرمیوں کا دائرہ کار اثر معاشرہ تک محدود تھا اور مردوں کی طرح میدان جنگ میں بھی انھوں نے شرکت کی اور اپنی شجاعت وبہادری کا مظاہرہ کیا۔

---

[29] ابن حزم، **جمهرة انساب العرب**، (قاہرہ: تحقیق: عبد السلام محمد ہارون، دار المعارف، طبع رابع، ۱۹۷۱ء)، ۵۰۱

[30] سحر، السید عبد العزیز سالم، دکتورہ، مظاہر الحضارۃ فی بطلیوس، **آداب الاسکندریۃ**، ۱۹۸۷ء، ۲۴۴؛ محمد عبد اللہ عنان، **دولۃ الاسلام فی الاندلس من الفتح الی بدایۃ عھد الناصر والخلافۃ الامویۃ والدولۃ العامریۃ**، (القاھرۃ: مکتبۃ الخانجی، ۱۹۵۵ء)۲۵۸، ۲۵۷

فن کتابت وخطاطی اور دفتری وادارتی امور میں شمولیت:

اموی دور میں اندلس کی خواتین نے صرف فنون وآداب اور علم میں ہی شرکت نہیں کی بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر انہوں نے دفتری اور عدالتی معاملات میں بھی شرکت کی، مثال کے طور پر اموی دور امارت میں ایک خاتون کا تذکرہ ملتا ہے جس کا نام رقیہ بنت وزیر تمام تھا وہ امیر منذر بن محمد کی کاتبہ (سیکٹری) تھی۔[31]

اسی طرح دور خلافت میں خلیفہ عبدالرحمان ناصر کا تذکرہ ملتا ہے، اس نے تین لونڈیوں کو کاتبہ مقرر کیا تھا، ان تین کے نام مزن، کتمان اور زمرد تھے۔[32]

خلفہ عبدالرحمان الناصر کے بعد اس کا بیٹا اور ولی عہد المستنصر جانشین بنا، دیگر خلفائے بنو امیہ امیہ کی نسبت حکم کو علوم وفنون سے خاصی دلچسپی تھی، اس نے بڑی بڑی کتب کو نقل کروا کر اپنے خاص مکتبہ میں رکھنا چاہا تو اس کام کے لیے ایک خاتون کو بڑا اموزوں خیال کیا جس کا نام لبنیٰ تھا۔ لبنیٰ فن خطاطی کی ماہر، ذہین وفطین تھیں، نیز علم نحو، عروض، شعر وشاعری اور حساب کی ماہر تھیں۔ حکم کے محل میں اس سے زیادہ قابل احترام کوئی نہیں تھا۔ ۳۸۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔[33]

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف میدانوں اور شعبہ جات میں مذکورہ عورت کس طرح ید طولیٰ رکھتی تھی، عصر حاضر کی زبان میں اگر بات کی جائے تو اس عورت کو مدیرۃ المکتبۃ کہنا بے جانہ ہوگا۔

اسی طرح حکم المستنصر کے دور خلافت میں ایک اور شخصیت نمایاں مقام رکھتی تھی جس کا تذکرہ ابن عبدالملک مراکشی نے کیا ہے، تاہم انہوں نے اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

وہ لکھتے ہیں:

"ایک دن حکم المستنصر نے اپنے محل سے ایک نوعمر خادمہ باہر نکالی، جو نہایت ذہین، سمجھدار اور کاتبہ تھی، حکم نے نے ابو قاسم سلیمان بن احمد بن سلیمان انصاری رصفی، جو قسما کے نام سے معروف تھے، کو حک دیا کہ

---

[31] ابن عبدالملک، **الذیل والتکملۃ**، ۲: ۴۸۵

[32] ایضاً، ۲: ۴۹۲

[33] ابن بشکوال، **الصلۃ**، ۶۹۲؛ الضبی، **بغیۃ الملتمس**، ۵۶؛ ابن عبدالملک، **الذیل والتکملۃ**، ۲: ۴۹۲

وہ اسے اسطر لاب (ایک آلہ جس سے ستاروں کی بلندی، مقام اور رفتار دریافت کرتے ہیں) کو استعمال کرنے اور اس قبیل کے دیگر علوم اس کو سکھائے، چناچہ اس خادمہ نے تین سالوں میں وہ سارا علم پوری طرح سیکھ لیا، اس پر حکم بہت خوش ہوا اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنے گھر پر خدمت پر مامور کر دیا، اس کے معلم سلیمان کو ایک خطیر رقم انعام میں ملی، اور اس کی عزت واکرام مزید بڑھ گئی۔[34]

مزید بر آں کے عہد میں قصر خلافت میں ایک خاتون تھی جس کا نام امیہ الکاتبہ تھا۔ امیمہ لونڈی تھی اور حسین بن حی کی محبوب تھی۔[35]

یہ چند خواتین کا تذکرہ ہے جو بطور کاتبہ معروف تھیں۔ درج بالا مثالوں سے جہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اندلس کی خواتین فن خطابت میں دلچسپی لیتی تھیں اور باقاعدہ سیکھ کر اس میں مہارت پیدا کرتی تھیں وہاں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے بنو امیہ کے دربار میں بھی ان کی پذیرائی اور عزت افزائی زیادہ ہوتی تھی۔[36]

ایک اور فن جس میں اندلس کی خواتین نے بھرپور انداز میں شرکت کی بلکہ اس فن میں ایک دوسرے سے مقابلہ بازی کی وہ خوشخطی تھی۔ یہ خواتن اندلس کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور وہ اس مین ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں لگی رہتی تھیں۔

یہ کام صرف انفرادی سطح پر ہی نہ تھا کہ خواتین اپنی ذاتی انفرادی محنت سے خوشخطی میں مہارت پیدا کرتی ہوں، بلکہ اس کام کو خلفائے بنو امیہ کی سرپرستی حاصل تھی، وہ اس فن کو بہتر اور خوبصورت بنانے میں خاصی دلچسپی لیا کرتے تھے۔

اس ضمن میں ابن خلدون لکھتے ہیں:

"پھر جب عربوں نے مختلف علاقے فتح کیے، ان کے ہاتھوں میں عنان حکومت آئی، انہوں نے بصرہ اور کوفہ میں قیام کیا اور حکومت کو کتاب کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے لکھنا پڑھنا سیکھا اور رفتہ رفتہ اس صنعت نے

---

[34] ابن عبد الملک، **الذیل والتکملۃ**، ۲: ۴۸۳

[35] ایضاً، ۲: ۴۸۳

[36] ایضاً، ۲: ۴۹۵

عمدگی اور استحکام حاصل کرلیااور کوفہ اور بصرہ میں رہ کراچھی خاصی ترقی حاصل کرلی۔اس زمانے میں کوفی رسم الخط مشہور تھا، پھر عربوں کی سلطنت کادامن وسیع ہوااور وہ دنیامیں پھیل گئے حتی کہ انہوں نے افریقہ اور اندلس کوفتح کرلیا۔بنوامیہ سے اندلس کا ملک پھلا پھولا اور بنو امیہ صنعت،تمدن اور خطوط میں ممتاز ہوگئے اور خط اندلس نے ممتاز حیثیت حاصل کرلی جس کارسم الخط آج بھی معروف ہے۔ان خطوط کو سیکھنے کے مخصوص وضع کے اصول وقوانین ہوتے تھے،بعض خوش نویس اساتذہ ہوتے جوانہیں بنابناکر شاگردوں کودکھاتے تھے جس سے اس فن کی قدرومنزلت سامنے آجاتی ہے"۔[37]

حکم مستنصر کے عہد میں یہ فن اپنے عروج کو پہنچ گیا،اس نے اپنے زمانے میں مکتبات اور لائبریریوں کاکا بہترین نظام قائم کیا جس کاایک باقاعدہ شعبہ خطاطی اور کتب کو نقل کرنے کے کام پر مشتمل تھا،اسشعبہ میں بہت سے ماہر خطاط کام کرتے تھے جن میں نوجوان مرداور عورتیں شامل ہوتی تھیں،ان تمام ماہر خطاط مردوخواتین میں سے نمایاں اور مقام ممتازلبنیٰ کو حاصل تھاجس کاتذکرہ گزرچکاہے۔[38]

ابن فیاض نے اپنی تاریخ میں نقل کیاہے کہ خواتین کی اس فن میں دلچسبی اور شوق کایہ عالم تھاکہ قرطبہ کے مشرقی جانب ۱۷۰ خواتین تھیں جو قرآن کے الگ الگ مستقل نسخے تیار کرتی تھیں، اسے خط کوفی مین لکھتی تھیں۔

یہ قرطبہ کے صرف ایک کنارے کا حال تھا جہاں ۱۷۰ خواتین فن خطاطی اور کتاب میں ہمہ وقت مشغول رہتی تھیں،اس کے علاوہ قرطبہ کے اردگرد ۲۰ ایسی بستیاں تھیں جنہوں نے شہر قرطبہ کو گھیر رکھا تھا۔وہاں کتنی خواتین ہوں گی جن کاس فن سے تعلق ہو گابلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرطبہ کے علاوہ بھی اندلس کے بہت سے ایسے شہر ہین جو علوم وثقافت اور تہذیب وتمدن میں قرطبہ کے ہم پلہ ہیں اور علوم ثقافت میں قرطبہ کے ہیرو ہیں۔ ان تمام شہروں میں بھی یقیناخواتین اس فن کتابت اور خطاطی میں دلچسبی لیتی رکھتی ہوں گی اور نقل وکتاب کاکام کرتی ہوں گی۔

---

[37] ابن خلدون، **المقدمہ**، ۴۴۵، ۴۴۸

[38] طاہر مکی، **دراسات عن ابن حزم**، ۶۵، ۶۴

اندلس کی تہذیب و تمدن کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ابن خلدون نے اندلس کے مستقل اور الگ خط کا تذکرہ کیا ہے جو باقی اسلامی شہروں سے ممتاز اور جدا تھا، یہ بات تبھی ممکن ہے اگر وہاں دیگر خط بھی موجود تھے۔

یہاں بطور مثال چند نامور خواتین کا تزکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے فن خطاطی اور کتاب میں مہارت پیدا کی اور شہرت کمائی:

ا۔ قلم:

اندلس کی خواتین میں سے جس خاتون نے اس فن میں شہرت حاصل کی اور خوب نام کمایا اس کا نام قلم ہے جو امیر عبد الرحمٰن الاوسط کی لونڈی تھی۔

اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مقری لکھتے ہیں:

انها كانت اديبة، حسنة الخط، راوية للشعر، حافظة للاخبار عالمة بضروب الادب۔

"وہ ادیبہ تھی، اس کا خط بہت خوبصورت تھا، اشعار کی راویہ، تاریخ کی حافظہ اور ادب کی تمام صنفوں کی عالمہ تھیں"۔[39]

۲۔ عائشہ بنت احمد القرطبیہ:

ان کا خط نہایت خوبصورت تھا، انہوں نے مصاحف اور دیگر بہت سے دفاتر لکھے، یہ کتابیں جمع کرتی اور علم میں مشغول رہتی تھیں، ان کے پاس کافی بڑا علمی ذخیرہ موجود تھا۔[40]

3۔ فاطمہ بنت زکریا بن عبد اللہ الکاتب:

یہ بڑی رواں کاتبہ اور ماہر خطاط تھیں، انہوں نے طویل عمر گزاری اور 94 سال عمر پائی، اس دوران انہوں نے سینکڑوں ضخیم اور طویل کتابوں کی کتابت کی۔ ان کے والد، جو شبلاری کے نام سے معروف تھے، کے نام

---

[39] المقری، **نفح الطیب**، ا: ۳۵۰

[40] طاہر مکی، **دراسات عن ابن حزم**، ۶۶

کے ساتھ الکاتب آتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے انہیں یہ فن اپنے والد سے ورثہ میں ملا، انہوں نے ۴۲۷ھ بمطابق ۱۰۳۷ءوفات پائی اور مقبرہ ام سلمہ میں دفن کی گئیں۔ یہ باکرہ ہی وفات پاگئی اور تاعمر شادی نہیں کی۔[41]

۴۔ بہاء:

یہ زہد ورع اور تقویٰ وعباد گزار میں بنو امیہ کی بہترین خواتین میں سے تھین، یہ مصاحف لکھتی تھی اور انہیں وقف کرتی تھیں یا مساجد میں بطور وقف کروادیتی تھیں۔ رصافی میں ان کے نام سے ایک مسجد بھی منسوب ہے جسے مسجد البھا کہا جاتا ہے۔ انہوں نے 305ھ میں وفات پائی۔ کوئی شخص ان کا جنازہ پڑھنے سے پیچھے نہیں رہا بلکہ سب نے شرکت کی۔[42]

۵۔ مزنہ:

یہ خلیفہ عبد الرحمان الناصر کی کاتبہ تھیں، یہ تمام خواتین سے ماہر خطاط تھیں اور اس کے ساتھ یہ ادیبہ بھی تھیں۔[43]

۶۔ طونہ بنت عبد العزیز:

ان کا لقب حبیبہ تھا، یہ نہایت خوشخط، فاضلہ اور متدین خاتون تھیں۔[44]

یہ تذکرہ ان خواتین کا ہے جو نقل وکتابت اور فن خطاطی میں دلچسپی اور مہارت رکھتی تھیں اور انہوں نے اپنی مہارت اور محنت سے سینکروں کتابوں کی کتابت کی، انہیں نقل کیا اور فن کا مظاہرہ کیا، ان خوو تین کے علاوہ بہت سی خواتین ایسی تھیں جو ان مصاحف اور کتب کی تزئین وآرائش کا کا کرتی تھیں جس کے بعد کتابوں کی خوبصورتی مزید بڑھ جاتی تھی۔

---

[41] ابن بشکوال، **الصلة**، ۶۹۴؛ طاہر مکی، **دراسات عن ابن حزم**، ۶۵

[42] ابن حیان، **المقتبس من انباء اهل الاندلس**، (قاہرہ: تحقیق: دکتور محمود علی مکی، ۱۹۷۱ء، ۱۳۹۰ھ)، ۶۳، حاشیہ نمبر: ۹۶

[43] ابن بشکوال، **الصلة**، ۶۹۲؛ الضبی، **بغیة الملتمس**، ۵۴۶

[44] ابن بشکوال، **الصلة**، ۶۹۷، ۶۹۶

فن تدریس:

اندلس کی خواتین نے معاشرتی سطح پر تعلیم و تعلم میں بھرپور حصہ لیا اور خدمات سرانجام دیں، اس پیشے سے متعلق خواتین کو معلمات کہا جاتا تھا۔ یہ خواتین پہلے خود ان مدراس میں جاکر تعلیم حاصل کرتیں جو خواتین کے لیے خاص ہوتے تھے، وہاں اس مہارت اور فن تدریس میں کمال پیدا کرنے کے لیے خوب محنت کرتی تھیں۔

حیران کن بات یہ کہ لونڈیوں کو تہذیب و ثقافت دینے کا اہتمام زیادہ تھا، وہ علوم و فنون کے ساتھ ساتھ فن غنا اور موسیقی بھی باقاعدہ سیکھا کرتی تھیں حتیٰ کہ بعض اوقات طب اور تشریح الاعضاء اور علم طبیعات بھی سیکھتی تھیں، تاہم تعلیم کا دروازہ صرف لونڈیوں کے لیے ہی نہیں تھا بلکہ آزاد خواتین بھی علم و ثقافت سیکھنے میں لونڈیوں سے پیچھے نہ تھیں۔

چنانچہ خواتین نے اپنے زمانہ کے تمام مروجہ علوم حاصل کیے جس سے محدثات، فقیہات واعظات اور مرشدات خواتین پیدا ہوئیں جو اپنا اکثر وقت وعظ و ارشاد اور خیر واحسان میں صرف کرتی تھیں۔

ان محدثات میں سے ایک نابغہ روز گار شخصیت غالیہ بنت محمد پیدا ہوئیں جو اندلس کی معلمہ تھیں۔ انہوں نے اصبغ بن مالک الزاہد سے روایت بیان کی۔ مسلمہ بن قاسم نے اپنی کتاب النساء میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

علمی میدان میں خواتین کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میدان میں اانہیں جو نمایاں حیثیت اور مقام بلند ملا اس کا آغاز تیسری صدی ہجری سے ہوتا ہے اور ان کی یہ برتری آٹھویں صدی ہجری تک جاری رہی۔ اس زمانے میں انہوں نے اپنے دور کے مروجہ دینی اجتماعی اور معاشرتی افکار کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا، لغوی اور دینی علوم میں مشغول رہیں اور اس مین بہت سی خواتین نے نام پیدا کیا۔

علم و فن اور شعر و ادب میں خواتین کی خدمات:

اندلس کی خواتین نے علمی اور ادبی میدان میں جو کامیابیاں حاصل کیں اور شہرت و ناموری کی جس بلند مقام تک پہنچیں اس کی مثال اندلس کے علاوہ کسی دوسرے معاشرے میں تلاش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جس طرح مردوں نے علمی اور ادبی میدان میں اپنی عظمت کی دھاک بٹھائی ہے اسی طرح اندلس کی خواتین نے بھی اس میدان میں اپنی صلاحتیوں کا لوہا منوایا ہے۔ خاص طور پر شعر و ادب سے ان کو جو لگاؤ اور تعلق تھا وہ کسی اور معاشرے میں دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی وجہ شاید اندلس کا معاشرتی ماحول تھا جس نے خواتین کو اظہار خیال کی

آزادی فراہم کی اور انھون نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شاندار روایات قائم کیں۔ ذیل میں چند اندلسی خواتین کا تذکرہ کیا جاتا تھا جنھوں نے علم وفن اور شعر وادب میں نمایاں نام پیدا کیا اور عظیم خدمات سرانجام دیں۔

۱۔ عائشہ بنت احمد قرطبیہ:

بنوامیہ کے حاجب مظفر ابن حاجب ابی عامر کے زمانے میں عائشہ بنت احمد کے کمال کی دھوم سارے اندلس میں پہنچ گئی تھی، اس کے فضل وکمال کے سامنے کسی کی کوئی ہستی نہ تھی، عالمہ فاضلہ ہونے کے علاوہ نہایت اعلی پایہ کی شاعرہ تھی۔

اس کے بارے ابن بشکوال لکھتے ہیں:

لم یکن فی جزائر الاندلس في زمانها من یعد لها، فهما، وعلما، وادبا، وشعرا،وفصاحة، وعفة، وكانت تمدح الملوك في زمانها، وتخاطبهم فیما يعرض لها من حاجتها، فتبلغ بيانها حيث لا يبلغه كثير من ادباء وقتها، ولا ترد شفاعتها، وكانت حسنة الخط، تكتب المصاحف، وماتت عذراء، لم تتزوج قط، ومحاسنها كثيرة، وماتت سنة اربعمائة هجرية-[45]

"پورے اندلس میں اس کے پایہ کا کوئی نہ تھا، علم وفہم، شعر وادب، فصاحت وبلاغت اور عفت وپاکدامنی میں اس کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔ وہ بادشاہوں کی مدح میں شعر کہتی اور اپنی حاجت وضرورت پیش کرنے کے لیے انہیں مخاطب کرتی تھی اس کے اشعار کی پرواز وہاں تک تھی جہاں تک اس دور کے بڑے بڑے ادباء کی پہنچ نہیں تھی، اس کی سفارش رد نہیں ہوتی تھی، نیز اسے فن خطاطی میں کمال حاصل تھا، وہ مصحف لکھتی تھی۔ اس نے ساری زندگی شادی نہیں کی اور اسی حالت میں ۴۰۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے محاسن اور خوبیاں بے شمار ہیں"۔

۲۔ ولادہ بنت مستکفی:

اندلس کی خواتین میں سے جس خاتون کو فن شاعری میں مطلقاً شہرت اور ناموری حاصل ہوئی۔ اس کا نام ولادہ بنت مستکفی تھا۔ اس کی شہرت کا آغاز ان کے والد خلیفہ محمد بن عبد الرحمن بن عبید اللہ، جو

[45] ابن بشکوال، ابو قاسم خلف بن عبد الملک، **السلسلة فی تاریخ ائمة الاندلس**، الدار المصریة للتالیف والترجمة، ۱۹۶۶ء، ۲۳۳، ۲۳۲؛ بالنشیا، انخل جنثالت، **تاریخ الفکر الاندلسی**، ترجمہ: دکتور حسین مونس، (طبع اول، مکتبہ النھضہ المصریہ، ۱۹۵۵ء)، ۴۷

المستکفی باللہ کے لقب سے معروف تھا، کے بعد ہوا ان کے دادا عبد الرحمن کو منصور بن ابی عامر نے قتل کر دیا تھا۔[46]

خلیفہ مستکفی نے اپنی بیٹی کے لیے بہت بڑی دولت ترکہ میں چھوڑی، اس نے اس دولت سے شاہی محفل میں علماء، شعراء اور عظیم لوگوں کے لیے ایک مجلس گاہ تعمیر کروائی، جہاں بیٹھ کر وہ رات کو ان سے باتیں کرتی اور شعر وادب کی محفلیں قائم کرتی تھی، وہ بڑی ریئسانہ طبیعت، کریمانہ اخلاق اور شریفانہ نسب کی مالک تھی۔ وہ انتہائی خوبصورت اور حسین تھی جس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی اس کی طبعیت میں بڑی فیاضی تھی جو بھی اس کی مجلس میں شریک ہوتا اسے درہم و دینار اور انعام واکرام سے نوازتی تھی۔[47]

۳۔ ام علابنت یوسف حجاریۃ:

ام علانہایت اعلیٰ درجہ کی شاعرہ تھی۔۔ ان کا تعلق وادی الحجارۃ سے تھا، اسی وجہ سے حجاریۃ کہلاتی ہیں۔ عام طور پر ان کے اشعار میں اپنے علاقے اور قبیلے کے بارے فخریہ جذبات اور احساسات کا تذکرہ ملتا ہے۔[48]

ان کی خاص خوبی یہ تھی کہ یہ سائل کو بڑی جرأت کے ساتھ جواب دیتی تھیں، مثال کے طور پر ایک بوڑھا شخص ان کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور شادی کا پیغام بھیجا تو انھوں نے اس کو یوں جواب دیا:

الشیب لایخدع فیه والصبا

بحیلة فاسمع الی نصحی

فلا تکن اجهل من فی الوریٰ

یبیت فی اجهل کما یضحی۔[49]

---

[46] المقری، **نفح الطیب**، ۱: ۴۳۷

[47] علی عبد العظیم، **ابن زیدون**، ۱۴۰۔۱۴۲

[48] ابن سعید، علی بن موسیٰ المغربی، **المغرب فی حلی المغرب**، (قاہرہ: تحقیق: دکتور شوقی ضیف، ق ۱۹۵۵ء)، ۲: ۳۸

[49] ابن سعید، **المغرب فی حلی المغرب**، ۲: ۳۸؛ مقری، **نفح الطیب**، ۴: ۱۶۹؛ ہنری بیرس، **الشعر الاندلسی فی عصر الطوائف**، ۳۸۴

۴۔ حفصہ بنت حمدون حجاریۃ:

اس کا تعلق وادی حجارۃ سے تھا ابن سعید نے بیان کیا ہے کہ چوتھی صدی ہجری کی شاعرہ ہے۔[50] ابن عبد الملک مراکشی نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ایک ادیبہ، عالمہ اور شاعرہ تھی۔[51]

۵۔ حسانہ تمیمہ:

دور بنو امیہ میں ان کا شمار مشہور شاعرہ میں ہوتا تھا۔ اگر دیکھا جائے تو اندلس کی سرزمین پر یہ سب سے پہلی شاعرہ تھیں جن کا تعلق اندلس سے ہی تھا، ان کا زمانہ دوسری صدی ہجری کے اواخر اور تیسری صدی ہجری کے اوائل کا تھا۔ انھوں نے حکم بن ہشام کی مدح میں اشعار کہے بلکہ جب 206ھ میں حکم کی وفات ہوئی۔[52]

اسی طرح علامہ مقری نے ان کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے شعر وادب سیکھا، جب ان کے والد کی وفات ہوئی تو انھوں خلیفہ حکم کی مدح میں اشعار لکھے، حکم نے جب اشعار دیکھے تو خوب سراہا اور تعریف کی، اس کے بعد حکم نے ان کے لیے مستقل وظیفہ جاری کرنے کا حکم دیا اور حاکم البیرہ کو خط لکھا جس نے ان کو بہت ساز و سامان عطا کیا۔[53]

۶۔ غسانیہ بجانیہ:

اسی طرح اندلس کی مشہور شاعرات میں سے ایک نام غسانیہ کا ہے۔ غسانیہ شاعرہ شہر بجانیہ کی رہنے والی تھیں۔ ان کا زمانہ چوتھی صدی ہجری تھا۔ انہیں اقلیم شاعری میں نہایت ممتاز جگہ ملی تھی۔ انھوں نے امیر حیران

---

[50] المقری، **نفح الطیب**، ۴: ۲۸۵

[51] ابن عبد الملک، **الذیل والتکملۃ**، ۲: ۴۸۴

[52] ابن عبد الملک، **الذیل والتکملۃ**، ۲؛ تحقیق: ڈاکٹر محمد بن شریفہ، الرباط، ۱۹۸۴ء، ۲: ۴۸۴؛ عبد العزیز سالم، دکتور، **دائرہ معارف الشعب**، ۲۰۲؛ الشکعۃ، **الادب الاندلسی**، ۱۱۹

[53] المقری، **نفح الطیب**، ۴: ۱۶۷

عامری کی مدح میں طویل قصیدہ پڑھا، جس کا زمانہ ۴۰۷ھ قرار پاتا ہے۔ خلافت اموی کے سقوط سے تین سال قبل ۴۱۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔[54]

۷۔ حمدونہ بنت زیاد المؤدب:

حمدونہ کا زمانہ چوتھی صدی ھ کے اواخر کا ہے۔ یہ غرناطہ کے قریب واقع وادی آش کے ایک گاؤں بادی کی رہنے والی تھیں اس لیے ان کو الوادی آشیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔[55]

حمدونہ کو خنساء المغرب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے اشعار درد واثر میں ڈوبے ہوئے تھے، بالخصوص یہ اندلسی ماحول اور موسم کی دیوانی تھیں، حتٰی کہ ان کے اکثر اشعار میں اس کے جمال اور خوبصورتی کو بیان گیا ہے۔[56]

حمدہ کی ایک بہن تھی جس کا نام زینب بنت زیاد المؤدب تھا، وہ بھی حمدہ کی طرح شاعرہ اور ادیبہ تھی، تاہم شعر وادب میں حمدہ اپنی بہن پر فائق تھیں ۔[57]

۸۔ شہر لوشہ کے قاضی کی بیوی:

اسی طرح شہر لوشہ کے قاضی کی بیوی شہر کے علماے اور فضلاء سے زیادہ لائق اور فائق تھیں، دفتر قضاۃ میں قاضی صاحب کے ساتھ ان کی بیوی بھی آتیں اور پس پردہ بیٹھ کر قاضی صاحب کے مشکل معاملات کے وقت ان کی مدد کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ قاضی کے ایک ظریف دوست نے مذاقاً چند اشعار لکھ ڈالے، اس نے کہا:

بلوشه قاضی له زوجة

واحكامها فی الورٰی ماضية

فيا ليته لم يكن قاضيا

ويا ليتها كانت القاضية

---

[54] محمود علی مکی، **تحقیق دیوان ابن دراج القسطلی**، (دمشق: منشورات المکتب الاسلامی، ۱۹۶۱ء)، ۸۶،۸۷

[55] ابن الخطیب، **الاحاطہ فی اخبار غرناطہ**، ۲: ۴۸۹

[56] المقری، **نفح الطیب**، ۴: ۲۸۹

[57] ابن الخطیب، **الاحاطہ فی اخبار غرناطہ**، ۱: ۴۹۰

قاضی نے یہ اشعار اپنی بیوی کو پڑھ کر سنائے تو اس نے فوراً قلم پکڑا اور اس شخص پر تنقید کرتے ہوئے اسی ردیف میں یہ اشعار لکھ ڈالے:

وشیخ سوء مزوری

له شیوب عاصیة

کلا لئن لم ینتهی

لنسفعن بالناصیة[58]

فن شاعری کے ساتھ خواتین اندلس علمی میدان میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لیتی تھیں، عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ خواتین اپنے بھائی، والد یا شوہر کے ساتھ مشائخ کی مجالس علم میں حاضر ہوتیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر علم حاصل کرتی تھیں۔

ا۔ خلیفہ عبدالرحمان بن ناصر کی آزاد کردہ لونڈی راضیہ:

ان نامور خواتین میں سے ایک کا نام راضیہ ہے جو خلیفہ عبدالرحمان بن ناصر کی ی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ ان کا نام نجم بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے والد کی وفات کے بعد حکم المستنصر نے ان کو آزاد کروایا اور لبیب الفتی سے ان کی شادی کر دی۔ یہ 353ھ میں اپنے شوہر کے ہمراہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مشرق کی طرف روانہ ہوئی، یہ دونوں لکھنا پڑھنا لکھنا جانتے تھے، شام اور مصر کے علاقوں میں ان کی ملاقات سفیان قرطبی سے ہوئی اور ان سے دونوں نے سماع کیا۔ راضیہ سے ابو محمد بن خزرج نے روایت کیا ہے اور کہتے ہیں کہ میرے پاس ان کی بعض کتابیں بھی ہیں۔ راضیہ نے ۱۰۷ سال کی طویل عمر پائی۔[59]

---

[58] الشکعة، **الادب الاندلسی**، ۹۰

[59] ابن بشکوال، خلف بن عبد الملک، **الصلة فی تاریخ ائمة الاندلس، القسم الثانی**، (المکتبہ الاندلسیہ، الدار المصریة للتالیف و الترجمة، ۱۹۶۶ء)، ۶۹۴، ۶۹۳

۲۔ خدیجہ بنت ابو محمد:

ان نامور خواتین اندلس میں سے ایک کا نام خدیجہ بنت ابو محمد بن سعید ہیں۔ انہون نے اپنے والد کے ساتھ شیخ ابوذر بن احمد ہروی سے سماع کیا، انھوں نے شیخ ہروی سے صحیح بخاری اور دیگر کئی کتابوں کا سماع بھی کیا، یہ اپنے والد کے ہمراہ مکہ المکرمہ بھی گئیں اور وہاں کے شیوخ سے بھی کسب علم کیا۔ اس کے بعد اندلس واپس لوٹ آئیں۔[60]

۳۔ ام حسن حسن بنت ابو الوا ءالقرطبیہ:

ام حسن بنت ابو الواء القرطبیہ نہایت صالحہ، زاہدہ، فاضلہ اور دانا خاتون تھیں۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے عازم سفر ہوئیں اور پھر مکہ و مدینہ کے مشائخ سے حدیث اور فقہ کا سماع کیا، پھر اندلس واپس لوٹیں تاکہ جو کچھ سیکھا ہے اسے سرزمین پر عام کیا جائے، پھر دوسری مرتبہ حج کے لیے روانہ ہوئیں اور مکہ المکرمہ میں ہی وفات پا گئیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زیادہ دلچسپی اور وابستگی فقہ شافعی کے ساتھ تھی کیونکہ ان کے شیوخ میں سے جو نمایاں ترین شیخ ہیں ان کا نام بقی بن مخلد ہے اور اندلس میں ان کا شمار شافعی مذہب کے کبار فقہاء اور علماء میں ہوتا تھا۔ اندلس میں اگرچہ فقہ مالکی کا زور تھا، تاہم اس کے باوجود امیر اندلس محمد بن عبد الرحمان الاوسط نے ان کو اپنے مذہب، یعنی مذہب شافعی کی نشر و اشاعت کی اجازت دی ہوئی تھی۔[61]

۴۔ امۃ الرحمان بنت احمد الزاھدۃ:

ان کا نام و نسب یہ ہے: امۃ الرحمان بنت احمد الزاھدۃ۔ یہ اپنے والد دے روایت کرتی تھیں اور تمام علوم انہی سے حاصل کیے تھے۔ ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے یہ قائم اللیل اور صائم النھار تھیں۔ انھوں نے اسی سال سے زائد عمر پائی، انھوں نے عمر بھر شادی نہیں کی بلکہ اپنی تمام تر زندگی تعلیم و تعلم کے لیے وقف کر دی۔[62]

---

[60] ابن بشکوال، **الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس**، ۶۹۶

[61] ابن عبد الملک، **الذیل والتکملۃ**، ۲: ۴۸۱؛ بالنشیا، **تاریخ الفکر الاندلسی**، ۴۰۷

[62] ابن بشکوال، **الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس**، ۶۹۴

5۔ فاطمہ بنت محمد لخمی:

یہ بھی ان نامور خواتین اندلس میں سے ہیں جنہوں نے تعلیم و تعلم کے لیے اپنی تمام عمر صرف کر دی ۔یہ اپنے بھائی ابو محمد الباجی الاشبیلی کے ساتھ ان کے بعض شیوخ میں شریک ہیں۔ان دونوں کو شیخ محمد بن فطیس نے روایت کی اجازت دی تھی۔[63]

درج بالاسطور میں ان چند نامور خواتین اندلس کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہون نے دور امیہ میں علم وفن اور شعر وادب میں بھرپور انداز میں شرکت کی اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے ایسی خدمات عالم انسانیت کے سامنے پیش کیں کہ زمانہ آج تک ان کا معترف ہے۔ان چند مثالوں سے یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں ہے کہ دور بنوامیہ میں خواتین کو حریت اور آزادی حاصل تھی،وہ صرف چاردیواری میں محصور اور قید نہ تھی بلکہ معاشرتی سطح پر علمی،فنی،ادبی فقہی اور دینی مسائل میں شمولیت کے اس کو بھرپور مواقع میسر تھے جن سے استفادہ کرتے ہوئے ان خواتین نے تمام میدانوں میں قدم رکھا،ان علوم وفنون کو سیکھا اور پھر نہایت احسن انداز سے وہ علوم وفنون اپنے شاگردوں تک منتقل کیے۔ان خواتین کی دلچسپی اور ذوق علم کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے بعض اس ذوق کی تکمیل کے لیے اپنی تمام تر زندگی وقف اور صرف کر دی اور نکاح کے بندھن سے اپنے آپ کو آزاد رکھا۔ لہٰذا مستشرقین اور ان سے متاثر اہل علم کا یہ خیال غلط ہے کہ دور بنوامیہ میں خواتین کے لیے علمی دروازے بند تھے یا ان کے لیے علم وفن اور شعر وادب میں شرکت کا کوئی موقع میسر نہ تھا۔

مزی بر آں دور بنوامیہ میں اندلس کی خواتین کے حوالے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ان خواتین نے اندلس کے تمام شہروں اور علاقوں میں معاشرتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا اور معاشرتی سطح پر ہر میدان اور شعبہ مین نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا،علمی، ادبی،فنی، تعلیمی،تدریسی،صنعتی اور ہر جگہ خواتین کے کارہائے نمایاں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔یہی وجہ ہے کہ خواتین نے اپنی کامیابیوں اور سربلندیوں کی

---

[63] ابن بشکوال، **الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس**، ۶۹۲،۶۹۱؛ الضبی،احمد بن یحیٰ،بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال الاندلس،(المکتبۃ الاندلسیۃ،۱۹۶۷ء)،۵۴۷

ایسی روشن اور اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں کہ ہر مؤرخ ان کا تذکرہ نہایت وقار کے ساتھ کرتا ہے اور ان کے کارناموں پر فخر محسوس کرتا ہے۔

اندلسی خواتین کے علمی وادبی اور دیگر شعبہ ہائے حیات میں اس مقام بلند تک پہنچنے کی جو وجہ ہے وہ حریت اور آزادی ہے، جو اسے عطا کی گئی۔ انہوں نے آزادی اور حریت کے اس ماحول کو غنیمت جانا اور اس صفحہ عالم پر ایسی روایات نقش کیں جس کی مثال کسی دوسرے معاشرے میں تلاش کرنا مشکل ہے۔ ان ساری باتوں کے ساتھ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اندلس مین خواتین کی تعلیم وتربیت کا غیر معمولی اہتمام موجود تھا جس کی بدولت نامور خواتین نے جنم لیا اور عروج وکمال کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئیں۔